یادِ رفتگان

آہ! قاری عبدالستار ٹوبہ ٹیک سنگھ

جناب قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری

موت نے کتنے ہنستے بستے گھروں کو ماتم کدہ بنا ڈالا کتنی بستیوں کو اجڑنے پر مجبور کر دیا کتنے خوب صورت پھولوں کو بیدردی سے مسل ڈالا۔ اس کی آہنی گرفت سے کتنے بنگلوں اور محلات پر ہُو کا عالم طاری ہو گیا یہ نہ کسی کی جواں سالی کا لحاظ کرتی ہے نہ معصوم کلیوں پہ ترس کھاتی ہے۔ اسی موت کی بے پناہیوں نے ہمارے عزیز مخلص مرنجاں مرنج اور مجسمہ اخلاص دوست قاری عبدالستار آف ٹوبہ ٹیک سنگھ کا ہنستا کھیلتا گھر ویران کر دیا۔

۲۷ اگست ۱۹۸۶ء بروز منگل صبح آٹھ نو بجے قاری صاحب پر مرض کا شدید حملہ ہوا اور حرکت قلب بند ہو گئی اس طرح قاری عبدالستار صاحب کی زندگی کا آفتاب چند لمحوں میں دوست واحباب کی موجودگی میں موت کی وادی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

قاری صاحب کی جواں مرگی نہ معلوم کتنے کلیجے شق کر گئی۔ قاری صاحب ۴۰ سال کی جواں عمری میں مضبوط اعصاب کے باوجود موت کے ہاتھوں گھائل ہو گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ قاری صاحب کو مرحوم لکھتے ہوئے قلم کا نپتا، دل لرزتا اور کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ حیران ہوں کہ اتنا اچھا انسان اتنا صاف ستھرا اور خوب صورت و نیک سیرت شخص بھی کیا ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روٹھ جائے گا؟ سیرت وکردار۔ اعمال وگفتار کے اعتبار سے قاری عبدالستار کو عصر حاضر میں اگر بے مثال نہیں تو مثالی جوان کہا جا سکتا ہے۔ زہد وورع۔ تقویٰ وتدین۔ اخلاص وایثار۔ اخلاق وکردار سیرت واعمال۔ مہمان نوازی۔ وسعت ظرفی۔ احکام الٰہی کی پابندی۔ خدا تعالیٰ پر توکل واعتماد دیانت وامانت۔ شرافت ووقار اور ہر دلعزیزی کے اعتبار سے وہ اپنے اقران واماثل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ وہ دوستوں کے سچے دوست۔ یاروں کے پکے یار تھے۔ دشمنی سے نا آشنا بلکہ زندگی بھر انھوں نے کسی کو اپنا دشمن بنایا ہی نہیں۔

قرآن پاک سے انھیں سچا عشق تھا۔ تہجد سے لے کر نماز عشاء تک وہ دن بھر قرآن کی تعلیم وتدریس اور تبلیغ واشاعت میں مصروف رہتے۔ وہ ہمارے عام قاریوں کی طرح

وقت کی پابندیوں کے ہرگز قائل نہ تھے۔ جب دیکھو قاری صاحب صبح سے شام تک قرآن پاک کی تعلیم و تدریس میں والہانہ انداز میں مصروف ہیں۔ ہمارے عام قاری بچوں کی کثرت تعداد سے نہ صرف شاکی بلکہ لرزاں اور خائف رہتے ہیں۔ چاہتے یہ ہیں کہ بیس پچیس سے زائد طلبہ ہمارے حلقۂ درس میں شامل نہ ہوں۔

قارئین یہ معلوم کرکے انتہائی مسرت محسوس کریں گے کہ قاری عبدالستار کے پاس ہمیشہ پونے دو صد یا پورے دو صد کے لگ بھگ طلباء زیر تعلیم رہتے۔ جن میں بچے، بچیاں دونوں شامل ہوتے، ناظرہ قرآن کے ساتھ ساتھ حفظ قرآن کا انتظام بڑی شدومد سے کرتے قاری صاحب کے کنٹرول کا یہ عالم تھا کہ طلبہ کے اتنے جم غفیر کے باوجود مجال ہے کہ طلبہ کے نظم و ضبط میں کوئی بال برابر بھی فرق آسکے۔ مسجد کی آبادی۔ صفائی۔ ستھرائی مسجد کے نظم و نسق کی دیکھ بھال۔ اذان اور جماعت کی پابندی۔ واقف و ناواقف مہمانوں کی خدمت و مدارت۔ انسانی محبت و اخلاقی مروت قاری صاحب کا مقصد حیات تھا۔ اور یہ انکی وجہ تمیز ہے۔ راقم ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا کہ اگر قاری عبدالستار ٹوبہ ٹیک سنگھ میں نہ ہوتے تو میں انھیں کسی قیمت پر نہ چھوڑتا۔ بلکہ انھیں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے شعبہ تحفیظ القرآن میں مدار المہام بناتا اسلامی اخوت، دینی محبت مسلکی حمیت۔ انسانی غیرت۔ قاری صاحب کے امتیازی اوصاف تھے

ان کی زندگی ہمیشہ عسرت میں گزری لیکن کبھی کسی کے سامنے نہ کاسۂ گدائی لے کر گئے۔ نہ دست سوال دراز کیا۔ ہمیشہ اپنی وضع داری قائم رکھی۔ زندگی بھر قرآن کی ٹیوشن نہیں پڑھائی۔ نہ قرآن پڑھانے کا انفرادی طور پر کسی سے معاوضہ لیا۔ اٹھارہ سال کی طویل مدت میں ٹوبہ کے محلے محلے میں قاری صاحب کا فیض قرآن پہنچ گیا تھا۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی تاریخ میں اتنا مثالی جنازہ کبھی نہیں اٹھا۔ قاری صاحب کے جنازہ میں مسلک و مشرب کے امتیاز ختم ہوگئے۔ پورا شہر جیسے جنازے کے لئے امڈ آیا۔ شرکائے جنازہ کی کثرت کو دیکھ کر قاری صاحب کی عظمت کا اندازہ ہو رہا تھا۔ کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس ناگہانی جوانمرگی پر اشک بار نہ ہوئی ہو۔ قاری صاحب اپنی جواں مرگی سے ایک ایسا خلا چھوڑ گئے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ہی اپنے قدرت کاملہ سے پُر کرسکتا ہے ورنہ ظاہری آثار و شواہد ایسے دکھائی نہیں دیتے۔ قاری صاحب نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور چھ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں۔

قاری صاحب کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے اپنے بچوں کے لئے آشیانہ تک بھی تعمیر نہیں

گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ٹوبہ ٹیک سنگھ کی جماعت کا بھلا کرے جنھوں نے قاری صاحب کی بیوہ اور یتیم بچوں کو یقین دلایا کہ بچوں کی بلوغت تک نہ ہم آپ سے مکان خالی کروائیں گے اور نہ ہی آپسے بے تعلق ہوں گی بلکہ بچوں کی بلوغت تک قاری صاحب کی تنخواہ بدستور پیش کی جاتی رہے گی۔

دردمندان اہلحدیث کو ٹوبہ کی جماعت کی نہ صرف حوصلہ افزائی کرنا چاہیئے بلکہ اس باب میں ان سے بھرپور تعاون کرنا چاہیئے۔

اس مجسمہ اخلاص وایثار۔ پیکرامانت و دیانت۔ مجموعہ اخلاق وکردار۔ منبع زہد و ورع۔ مرکز تقویٰ و تدین اور مصدر توکل واعتماد انسان کے لئے یہی کہا جا سکتا ہے۔ ؎

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

بقیہ: تصریحات

ہوکر رہ گیا ہے، جناب جتوئی نے اس پرخوب تبصرہ فرمایا ہے۔ ہم بھی اُسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ " اگر واقعی بے نظیر پر حملہ ہوا ہے تو قابل مذمت ہے"

ہم احتجاج کرنے والوں سے کہیں گے کہ وہ بلا شُبہ احتجاج کریں، مگر پاکستان کے حالات کو بھی مدنظر رکھیں، کہیں ان کے احتجاجی جلوسوں کی آڑ لے کر ملک دشمن عناصر کوئی "نیا گل نہ کھلا دیں" اور پھر کچھ بنائے نہ بنے۔

اللہ حامی و ناصر ہو۔ آمین

(شفیق پسروری)